ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

مصر میں اردو کی روایت: آغاز، فروغ اور ارتقا

THE EMERGENCE OF URDU IN EGYPT: ITS ORIGIN, GROWTH, AND EVOLUTION

سمیرا اسلم

ایم فل اسکالر شعبہ اردو زبان و ادب یونیورسٹی آف سرگودھا

ڈاکٹر سمیرا اعجاز

ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ اردو زبان و ادب یونیورسٹی آف سرگودھا

Abstract

The introduction of the Urdu language in Egypt was the outcome of long-standing religious, intellectual, and cultural ties between the Indian subcontinent and Egypt. Unlike many foreign languages that spread through political influence or commercial expansion, Urdu reached Egypt through scholarly interactions, academic exchanges, and the movement of students and religious scholars. As Egyptian scholars became increasingly interested in the rich body of Islamic, literary, and intellectual works produced in Urdu by the scholars of the Indian subcontinent, the need to learn the language gradually emerged. This intellectual motivation played a significant role in the development and institutionalization of Urdu studies in Egypt. Consequently, Urdu evolved from a language of communication into an academic discipline at Al-Azhar University. A major milestone in this journey was the establishment of the Pakistani Chairs in 1986, which provided a structured framework for teaching and promoting Urdu. Pakistani scholars made remarkable contributions through teaching, curriculum development, research, translation, and academic supervision, while Egyptian scholars further strengthened Urdu studies by engaging in research, translation, and literary criticism. This study analytically explores the arrival, evolution, and institutional development of the Urdu language in Egypt, highlighting the collaborative contributions of Pakistani and Egyptian scholars. It concludes that the growth of Urdu in Egypt represents a successful model of intercultural academic cooperation and reflects the enduring intellectual relationship between Egypt and the Indian subcontinent.

تاریخ گواہ ہے، ہر دور میں اقوام عالم نے ایک دوسرے کو سمجھنے اور باہمی تعلقات و روابط کے قیام کے لیے زبان کو معتبر وسیلہ بنایا۔ زبان و ادب نے اقوام کی شناخت میں ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا۔ اردو زبان کی جڑیں اگرچہ برصغیر پاک و ہند کی مٹی میں پیوست ہیں، لیکن اپنی آفاقی نوعیت اور لچکدار لسانی ساخت کی بدولت اس نے بین الاقوامی سطح پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔ مشرقِ وسطیٰ، بالخصوص مصر (سرزمینِ کنعان و اہرام) کے ساتھ برصغیر کے علمی، تجارتی اور روحانی تعلقات صدیوں پرانے ہیں۔ مصر میں اردو کی آمد محض ایک غیر ملکی زبان کا ظہور نہیں تھا، بلکہ یہ دو عظیم تہذیبوں، عربی اور ہند اسلامی تہذیب کے مابین ایک فکری اور ثقافتی پُل کی حیثیت رکھتی ہے۔

سرزمین مصر جو اسلامی تہذیب و ثقافت کا مرکز اور اسلامی علوم کا سرچشمہ تھی اس لئے اس کو اردو زبان کی نشر و اشاعت کے ذریعہ دنیا میں روشناس کرانے کی کوشش کی گئی۔ زبانیں عموماً سیاسی فتوحات، تجارتی روابط یا ہجرت کے نتیجے میں ایک خطے سے دوسرے خطے تک پہنچتی ہیں، لیکن اردو کا مصر تک پہنچنا ان تمام روایتی اسباب سے مختلف دکھائی دیتا ہے۔ مصر میں اردو کا تعارف بنیادی طور پر علم، تحقیق اور دینی وابستگی کے اس سفر کا نتیجہ تھا جس نے مختلف جغرافیوں کے اہلِ علم کو ایک دوسرے سے جوڑ رکھا تھا۔ برصغیر میں اسلامی علوم کی تدریس اور تحقیق نے ایک منفرد علمی روایت کو جنم دیا۔ یہاں قرآن و حدیث، فقہ، سیرت، تصوف، اسلامی تاریخ، دعوت و اصلاح اور ادب کے مختلف موضوعات پر اردو زبان میں جو علمی سرمایہ وجود میں آیا، وہ اپنی وسعت اور تنوع کے اعتبار سے غیر معمولی تھا۔ یہی وہ عنصر تھا جس نے مصر کے علمی حلقوں کو اردو کی طرف متوجہ کیا۔ اگرچہ عربی اسلامی علوم کی بنیادی زبان تھی، لیکن برصغیر کے علماء نے اردو کو جس انداز سے علمی اظہار کا ذریعہ بنایا، اس نے اردو کو ایک ایسی زبان میں تبدیل کر دیا جس کے بغیر برصغیر کی فکری روایت کو مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہ تھا۔ اس تاریخی پس منظر اور اولین نقوش مصر میں اردو کے ابتدائی اثرات کو درج ذیل حوالوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

1۔ صوفیانہ اور علمی روابط: برصغیر کے جید علما اور صوفیائے کرام (مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی کے خانوادے کے علمی اسفار) حجازِ مقدس کے بعد مصر کے علمی مراکز، بالخصوص جامعہ ازہر کا رخ کرتے تھے۔ ان مصلحین اور طلبہ کی آمد و رفت نے مصر کے علمی حلقوں کو برصغیر کی علمی پیش رفت اور وہاں بولی جانے والی زبان 'اردو' سے متعارف کرایا۔ مصر اور برصغیر کے مابین تعلق کا پہلا دور مکمل طور پر مذہبی اور صوفیانہ اسفار پر محیط تھا۔ مکہ اور مدینہ کے بعد مصر کا رخ کرنا مسلم علما کی علمی روایت کا حصہ تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی کے مکتبِ فکر اور ان کے خانوادے کے تلامذہ نے علمِ حدیث، فقہ اور تفسیر کی اعلیٰ اسناد کے لیے جامعہ ازہر کا رخ کیا۔ اس مقصد کے لئے علما اپنے ہمراہ جو کتب اور فکری یادداشتیں لے کر گئے، ان کی زبان فارسی آمیز اردو تھی قاہرہ کی خانقاہوں اور علمی حلقوں میں جب ان صوفیا نے قیام کیا، تو مصری اہل علم کے کان پہلی بار اس زبان کی صوتیات سے آشنا ہوئے۔

اس حوالے سے جلال السعید الحفناوی اپنے مضمون "مصر میں اردو زبان کے ستر سال" میں لکھتے ہیں:

"مصر اور برصغیر کے تعلقات شروع سے ہی سیاسی یا ثقافتی سے زیادہ علمی اور تہذیبی بنیادوں پر قائم رہے ہیں۔ دونوں خطے اسلامی تہذیب کے اہم مراکز شمار ہوتے ہیں اور صدیوں سے علم و ادب، مذہب، ثقافت اور معاشرت کے میدان میں ایک دوسرے سے متاثر ہوتے رہے ہیں۔ مصر کو عالم اسلام میں دینی و علمی مرکزی حثیت حاصل رہی، جبکہ برصغیر نے اسلامی علوم، فقہ، حدیث، تصوف اور ادب میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اسی مشترکہ علمی روایت نے دونوں خطوں کے درمیان مضبوط روابط کو جنم دیا۔ قدیم زمانے سے مصر اور برصغیر کے درمیان تجارتی اور سفری تعلقات موجود تھے۔ بحری تجارت کے ذریعے ہندستانی تاجر مصر کی منڈیوں تک پہنچتے رہے، جس کے نتیجے میں دونوں علاقوں کے درمیان تہذیبی میل جول بڑھا، اسی طرح حج اور زیارت کے سفر نے بھی روابط کو مضبوط کیا۔ کیونکہ برصغیر کے مسلمان جب حجاز جاتے تو اکثر مصر سے گزرتے یا قاہرہ میں قیام کرتے۔ یہ سفر صرف عبادت تک محدود نہ تھے بلکہ ان کے ذریعے علمی و ثقافتی تبادلہ بھی فروغ پاتا گیا۔(1)

2۔ سیاسی اور سفارتی محرکات: بیسویں صدی کے اوائل میں تحریکِ خلافت اور برطانوی استعمار کے خلاف دونوں خطوں میں ابھرنے والی تحریکوں نے باہمی روابط کو مہمیز کیا۔ برصغیر کے سیاسی رہنماؤں اور ادیبوں کے خطوط اور مضامین جب مصر پہنچے، تو وہاں کے اہل علم میں اس زبان کو سمجھنے کا اشتیاق پیدا ہوا جو استعمار کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار بن کر ابھری تھی۔ بیسویں صدی کے ربع اول میں مصر میں اردو کی ترویج کا دوسرا دور صحافت کے ذریعے شروع ہوا، جسے محققین مصر میں اردو کی فصل کا "پہلا بیج" قرار دیتے ہیں۔ تحریکی پس منظر ایک ہندوستانی صحافی ابو سعید العربی نے قاہرہ سے مصر کی تاریخ کا پہلا اردو رسالہ بعنوان 'جہانِ اسلامی' شائع کیا۔ اس رسالے میں اردو کے ساتھ عربی اور ترکی کا حصہ بھی شامل تھا۔ اس کے بعد 1930 میں المحمود احمد عرفانی نے اپنے بھائی ابراہیم علی عرفانی کے اشتراک سے قاہرہ سے ایک ہفت روزہ اخبار "اسلامی دنیا" جاری کیا، جس کا عربی ایڈیشن "العالم الاسلامی" کے نام سے چھپتا تھا۔ اس صحافتی لہر نے مصری دانشوروں میں اردو پڑھنے کا شوق ابھارا۔ ۱۹۳۱ء اور مابعد برطانوی استعمار کے خلاف مصر اور برصغیر دونوں خطوں میں ابھرنے والی انقلابی لہروں نے دونوں تہذیبوں کو سیاسی طور پر جوڑ دیا۔ اسی دوران گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن جاتے ہوئے حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے مصر کا دورہ کیا اور وہاں کی مشہور نوجوان تنظیم "شبان المسلمین" سے خطاب کیا۔ علامہ اقبال کی انقلابی شاعری اور افکار کو براہِ راست سمجھنے کے لیے مصر کے علمی حلقوں میں تڑپ پیدا ہوئی۔

اس تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں اردو زبان کی مصر میں آمد نے دونوں خطوں کے درمیان صوفیانہ، علمی اور فکری تعلقات کو مزید استحکام بخشا۔ انیسویں صدی میں مصر اور برصغیر کے تعلقات میں ایک نیا رخ اس وقت پیدا ہوا جب اصلاحی تحریکیوں نے ان خطوں میں فروغ پانا شروع کیا، مصر میں جمال الدین افغانی اور محمد عبدہ جیسے مفکرین نے جدید اسلامی فکر اور اصلاحی نظریات کو تقویت دی، جبکہ برصغیر میں سر سید احمد خان، علامہ اقبال اور دیگر مفکرین نے مسلمانوں کی تعلیمی و فکری بیداری میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ان مفکرین کے افکار نے ایک دوسرے پر بہت اثر ڈالا اور یوں دونوں خطوں میں فکری ہم آہنگی پیدا ہوئی۔ انہی مضبوط علمی، تہذیبی اور مذہبی روابط نے نہ صرف اردو زبان کی مصر تک رسائی کو ممکن بنایا بلکہ دونوں خطوں کے درمیان فکری اور اصلاحی افکار کے تبادلے کی بھی راہ ہموار کی۔

اس حوالے سے جلال السعید الحفناوی اپنے مقالے "مصر میں اردو کے ستر سال" میں واضح کرتے ہیں کہ "مصر میں اردو کا فروغ بنیادی طور پر انہی تعلیمی اور انسانی روابط کا نتیجہ تھا اور یہ زبان لوگوں کے ساتھ آئی اور وہیں مستحکم ہوتی چلی گئی"۔(2)

حقیقت ہے کسی زبان کے فروغ کا اصل معیار یہ نہیں کہ اسے کتنے لوگ بولتے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ وہ علم کی تخلیق، تحقیق اور تہذیبی رابطے میں کتنا مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ مصر میں اردو نے یہی کردار ادا کیا۔ اس نے عرب دنیا اور برصغیر کے درمیان ایک ایسے فکری پل کی حیثیت اختیار کی جس کے ذریعے دونوں خطوں کے علماء ایک دوسرے کے تجربات، افکار اور تحقیقات سے استفادہ کرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کا دائرہ کار صرف تدریس تک محدود نہیں رہا بلکہ تحقیق، ترجمہ، ادبی تنقید اور بین الثقافتی مکالمے تک وسیع ہو گیا۔ مصر میں اردو کی ترقی محض ادارہ جاتی اقدامات کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ اس کے پس منظر میں افراد کی علمی جستجو بھی برابر کارفرما رہی۔ جب کسی استاد یا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9 No.1 2026

محقق کو یہ احساس ہو جائے کہ ایک دوسری زبان میں ایسا علمی سرمایہ موجود ہے جو اس کی تحقیق کو وسعت دے سکتا ہے، تو وہ اس زبان کو سیکھنے کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔ مصر میں اردو زبان کے فروغ کا سب سے مضبوط محرک بھی یہی علمی جستجو تھی۔

ڈاکٹر عامر یوسف اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"مصر پہلا عرب ملک ہے جس میں سب سے پہلے اس زبان (اردو) کی تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع ہوا اس لئے کہ یہ زبان مواد اور علمی میراث کے لحاظ سے بہت امیر ہے ۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ مادی زندگی میں کوئی بھی زبان دو باتوں کے باعث پڑھائی جاتی ہے۔ اول معاشی یعنی اس زبان کے بولنے والوں کی معاشی صورت حال ہے ۔ دوم اس زبان میں کتنا علمی مواد ہے۔ مصر میں دوسری بات کی روشنی میں اردو زبان پڑھائی جاتی ہے"۔(3)

باقاعدہ آغاز: مصر میں اردو زبان کی باقاعدہ تدریس اور اس کو ایک علمی شعبے کے طور پر متعارف کروانے کا سہرا پروفیسر حسن الاعظمی کے سر جاتا ہے۔

علامہ اقبال نے اسلامی ممالک کی سیر و سیاحت کے سلسلہ میں مصر کا دورہ کیا لیکن اس کا کچھ خاص فائدہ نہ ہو سکا کیونکہ زبان سے واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں کسی نے فلسفہ اقبال کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش نہیں کی۔ پروفیسر حسن الاعظمی پہلے شخص تھے جنہوں نے پہلی مرتبہ علامہ اقبال کی شاعری سے دنیائے عرب کو روشناس کروایا۔ ان کے اسلامی افکار اور ان کے اتحاد عالم اسلامی کے بلند آہنگ تخیلات کو مصریوں کے روبرو پیش کیا۔ انہوں نے اپنے زمانہ طالب علمی کے دوران اخوت اسلامیہ کے نام سے ایک جماعت کا خاکہ پیش کیا۔ جو آخر کار ڈاکٹر عبدالوہاب بک عزام (پرنسپل کلیتہ اللغتہ العربیہ جامعہ الازہر) اور علامہ طنطاوی جوہری (مشہور مفسر قرآن) کی صدارت میں جماعت کی تاسیس عمل میں لائی گئی۔ اور پروفیسر محمد الاعظمی نے جماعت اخوت اسلامیہ کا افتتاح علامہ اقبال کے مشہور ترانہ ملی (چین و عرب ہمارا) کے عربی ترجمہ سے کیا جس کو مصر کے مختلف رسائل وجرائد نے شائع کیا۔ اس کے جماعت کے ہر جلسہ میں ترانہ ملی پڑھا جاتا رہا۔ پھر اسی سال پروفیسر حسن الاعظمی نے ڈاکٹر طہ حسین (کلیہ الاداب جامعہ مصریہ) سے درخواست کی کہ اردو زبان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ ان کی درخواست کو منظور کر لیا گیا اور ڈاکٹر صاحب نے عارضی طور پر حسن الاعظمی صاحب کو اردو ادب اور شاعری پر لیکچر دینے لے لئے مقرر کر دیا۔

1939ء میں جب "اورینٹل لینگوئجز" نے شاہ فاروق کے حکم پر قاہرہ میں کام شروع کیا اور، جولائی سنہ 1952ء میں مصر کے سرکاری ادارے "معہد اللغات الشرقیہ" نے جامعہ قاہرہ میں اردو زبان کے فروغ کے لئے کام شروع کیا۔ اس کے بعد مصری حکومت نے، پاکستان وہندوستان سے خوشگوار تعلقات استوار کرنے کے لیے اردو زبان میں ریڈیو نشریات کا آغاز کیا۔ اردو پروگرام شام 6 بجے سے 8 بجے تک قاہرہ کے وقت کے مطابق "ریڈیو قاہرہ" سے نشر کیا جاتا ہے، جبکہ دو گھنٹے کا وقت، اردو بولنے والوں کو عربی زبان سکھانے کے لیے دیا جاتا ہے۔ مصر سے ہمارے دینی طبقے کے مراسم کا تسلسل بھی ایک اہم باب ہے۔ "معہد اللغات الشرقیہ" میں اردو کی تدریس کا آغاز، اعظم گڑھ سے تعلق رکھنے والے محترم حسن الاعظمی نے کیا جو 1938ء میں جامعہ الازہر سے العالمیہ کی سند حاصل کر چکے تھے۔ انھوں نے علامہ اقبال کو عرب دنیا سے متعارف کروانے میں شیخ صاوی علی شعلان مصری سے بھرپور تعاون کیا۔ استاذ محمد حسن الاعظمی مبارک پوری ازہری کی بہت سی عربی تصانیف قاہرہ اور بیروت سے شائع ہوئی ہیں، 1939ء میں حکومت مصر نے "جامع الازہر" کے ہزار سالہ جشن کے موقع پر مشہور فاطمی حاکم امیر تمیم کا دیوان شائع کیا جسے استاذ موصوف نے مرتب کیا، پھر 1954ء میں مصر سے شائع ہوا۔ ان ہی کی جدوجہد سے شاہ فاروق کے دور میں جامع ازہر میں پہلی بار اردو زبان کی تعلیم جاری ہوئی اور وہی اس کے پہلے معلم ہوئے، استاذ محمد حسن ازہری نے اپنی سینکڑوں عربی اردو تصانیف وتالیف کے ذریعہ اسماعیلی مذہب کو ستر سے ظہور میں لا کھڑا کیا۔ ان کی سینکڑوں تصانیف میں "المعجم الاعظم" عربی اردو لغت اہم ترین کتاب ہے"۔

پروفیسر حسن الاعظمی کے کارہائے نمایاں میں سب سے بڑا کارنامہ مصر میں اردو کو فروغ دینا اور جامع ازہر میں اردو کے شعبہ کا قیام ہے۔ جامعہ الازہر میں شروع میں آپ کے مطالبہ پر اردو کو ایک اختیاری مضمون کی حیثیت سے نصاب میں داخل کیا گیا لیکن اس کے نمبر شمار نہیں کئے جاتے تھے، اس کے علاوہ آپ ہر پنج شنبہ کو "اقبالیات" پر لیکچر دیتے تھے جس کی وجہ سے علامہ اقبال کو براہ راست سمجھنے کے لیے مصریوں کے اندر اردو سیکھنے کا جذبہ پیدا ہوا بعد میں آپ نے جامعہ مصریہ میں اردو کو دیگر زبانوں کی طرح نصاب میں مستقل طور داخل کرنے کی درخواست کی۔

اس بارے وہ خود لکھتے ہیں:

"1937 میں جب میں نے دیکھا کہ جامع مصریہ میں باقی تمام اہم مشرقی زبانوں کی تعلیم دی جاتی ہے، لیکن اردو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے تو کلیۃ الآداب کے پرنسپل ڈاکٹر طہ حسین سے ملاقات کی اور ان سے درخواست کی کہ اردو تعلیم کا بھی بندوبست ہونا چاہیے۔ بہت مشکل سے یہ فیصلہ ہوا کہ اردو ایک اختیاری مضمون کی طرح پڑھی جائے۔ یعنی اس کو پڑھایا جائے گا لیکن اس کے نمبر نہ شمار ہوں گے۔ ڈیڑھ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ میں نے اس عرصہ میں بیس طلبہ کو اردو پڑھائی۔ شرط یہ تھی کہ

اردو صرف وہی طلبہ پڑھ سکتے ہیں، جو فارسی اور عربی دونوں زبانوں سے واقف ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ طلبہ کو پہلے اسی طلبہ کو اردو پڑھائی جس میں عربی وفارسی کے کافی الفاظ موجود تھے، اس طرح طلبہ بہتر اردو لکھنا پڑھنا سیکھ گئے، پھر انھیں آہستہ آہستہ آسان لفظ استعمال کرنے کی مشق کرائی۔ غرض عرب طلبہ کو اردو تعلیم کے لیے یہاں سے الٹا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے، مثلاً پہلے اردو چوتھی، پھر تیسری، پھر دوسری پھر پہلی۔ جو اردو یہاں آسان کہی جاسکتی ہے وہاں مشکل ہوگی۔ اس لیے کہ ہندی الفاظ زیادہ ہوتے ہیں، اور جو مشکل کہی جاتی ہے وہ وہاں آسان ہوگی۔ اور اس طرح ہندوؤں کی متوقع اردو کا ہندوستان سے باہر رائج ہونا ناممکن ہے۔ اس دوران میں نے اپنی مہم کی تشہیر وترویج کے عمل کو جاری رکھا کہ اردو کو دیگر زبانوں کا رتبہ دیا جائے اور اس کے نمبر دوسرے نمبروں میں شمار کئے جائیں۔ آخر میری محنت بارآور ہوئی اور 7 مارچ 1939ء کو پارلیمنٹ نے یہ تجویز منظور کرلی۔ (4)

پروفیسر حسن الاعظمی کی درخواست پر جامعہ الازہر کے نصاب میں اردو داخل کی گئی اس وقت کے مصر کے فرماں رواں شاہ فاروق نے ایک خاص فرمان کے ذریعہ اس کی اجازت دی۔ چونکہ یہ فرمان اردو زبان کی تاریخ میں خاص اہمیت وافادیت رکھتا ہے۔

جس کے اہم نکات مندرجہ ذیل ہیں۔

"ہم فاروق اول شاہ مصر، بابت لائحہ اساسیہ برائے کلیہ آداب وبربناء تصفیہ مجلس جامعہ (یونیورسٹی بورڈ) مورخہ مارچ 1939ء کو بربناء عریضہ وزیرِ تعلیمات عامہ وبمطابق رائے مجلس وزراء ذیل کا قانون درج کرتے ہیں۔

1۔ کلیہ آداب (آرٹ کالج) میں ایک معہد (ٹرینگ کالج) کھولا جائے، جس کا نام "معہد اللغات الشرقیہ و آدابھا" رکھا جائے، اس کی غرض وغایت امم اسلامیہ کی زبانوں اور قدیم وجدید عربی لہجوں میں امتیاز پیدا کرنا ہے۔

معہد حسب ذیل شعبوں پر مشتمل ہوگا۔

2۔ شعبہ زبانِ اعلوم اسلامیہ

3۔ شعبہ لہجاتِ عربیہ زبان العلوم الاسلامیہ میں حسب ذیل زبانوں کی تعلیم دی جائے گی، فارسی ترکی اور اردو (ہندوستانی) مزید برآں قدیم اور زندہ مشرقی زبانوں کا اضافہ کیا جائے گا، کلیہ میں طالب علم کی شرکت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ عربی ادب کا بی اے ہو یا کوئی اور ڈگری رکھتا ہو جسے کالج بورڈ کی رائے کی بناء پر یونیورسٹی بورڈ معتبر سمجھے۔

جامعہ مصریہ میں اردو کے قیام کے بعد اس شعبہ میں کسی ماہر استاد کے لیے ہندوستان سے کسی موزوں شخص کے تقرر کے لیے خطوط لکھے گئے، چونکہ ذریعہ تعلیم عربی تھی، اور طلباء کے لیے اردو دانی کا ذوق عربی تفہیم وتدریس کے بغیر دشوار تھا۔ پروفیسر حسن الاعظمی ایک عرصے سے اردو خدمات انجام دے رہے تھے، اور عربی میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے انہوں نے جامع ازہر سے آخری ڈگری امتیاز کے ساتھ حاصل کی تھی، اسی بنا پر آپ ہی کو شعبہ اردو کا پروفیسر منتخب کرلیا گیا۔ مولوی عبد الوہاب ظہوری "مصر میں اردو کی ابتدا اور اردو کے فروغ کے لیے مصر میں کی جانے والی جدوجہد اور کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "مصر میں اردو" میں لکھتے ہیں :

ایک عرصہ سے ہندوستان میں اردو زبان کو کل ہند زبان بنانے کا مسئلہ درپیش ہے، تمام ممکن ذرائع اس کی نشرواشاعت اور ترویج وتوسیع کے لیے استعمال کئے جارہے ہیں، اس کو تمام ہندوستان کی قومی وملکی زبان قرار دینے کے لیے کبھی اس کی ساخت، اس کی ہیبت ترکیبی اور اس کی لچک سے حجت کی جارہی ہے، اور کبھی اس کے عالم گیر زبان ہونے کے دعوے میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے، لیکن تحقیقات کی دنیا میں یہ امر حیرت افزا ہے کہ بیرون ہند میں اس کی ترویج واشاعت کے لیے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا، سرزمین مصر میں جو اس وقت عالم اسلام کی تہذیب وثقافت کا مرکز اور اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، اردو زبان کی نشرواشاعت کے ذریعہ اس کے ادبیات ومعارف اس کے علمی جواہر ریزوں اور یہاں کے بہترین دماغی شاہکار سے روشناس کرانے کے لیے کہاں تک اقدامی سعی اور عملی جدوجہد کی گئی ہے۔ پروفیسر حسن الاعظمی دنیائے اردو ادب میں لائق صد تحسین اور مبارک آباد ہیں کہ آپ نے اردو زبان کی ترقی واحیاء کے لیے جدوجہد شروع کی۔ (5)

1938ء میں موصوف نے ڈاکٹر طہ حسین پرنسپل "کلیۃ الآداب" جامعہ مصریہ سے درخواست کی کہ اردو زبان کی تعلیم کا انتظام کلیہ میں کیا جائے۔

اس درخواست کو منظور کرلیا گیا، اور ڈاکٹر صاحب نے عارضی طور پر ایک سال کے لیے حسن الاعظمی صاحب کو "اردو ادب اور شاعری" پر لکچر دینے کے لیے مقرر کردیا۔ اس شعبہ میں ایم اے کے تقریباً بیس طلباء نے شرکت کی، ان کے دور میں زیادہ تر علامہ اقبال کے فلسفہ کی تشریح اور اردو زبان کے دیگر بعض شعراء مثلاً غالب، حالی، اکبر اور امجد حیدرآبادی وغیرہ سے تعارف کرایا گیا۔ جس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے۔ اسی دور میں طلباء نے حکومت مصریہ میں ایک عرض پیش کی کہ اردو کو

بطور ایک علمی زبان کے فارسی وترکی زبان کے ساتھ ساتھ کلیہ آداب میں داخل کیا جائے۔ اسی اثناء میں ڈاکٹر عبد الوہاب بک عزام نے جو اس وقت کلیہ آداب میں "شعبہ السنہ مشرقیہ "تھے ور اعلامہ اقبال سے ان کا تعارف لندن میں ہو چکا تھا، اقبالیات کو سمجھنے کے لیے پروفیسر حسن الا عظمی سے اردو زبان سیکھی، ڈاکٹر صاحب ترکی، انگریزی فارسی، جرمن اور دیگر کئی مغربی زبانوں کے ماہر ہیں، آپ نے بھی اقبالیات کا ترجمہ عربی میں کیا اور اردو کو نصاب میں شریک کرنے میں بڑی مدد کی۔ مصری پارلیمنٹ اور اردو شاہ مصر فاروق اول کے فرمان کے ذریعہ جامعہ الازہر میں اردو کو شامل کیا گیا، پروفیسر حسن الاعظمی کی ہی درخواست پر جامع ازہر وغیرہ میں بھی اردو شعبے کھلے۔

جامعہ مصریہ میں اردو کے قیام کے بعد نصاب کا مسئلہ پیش آیا کہ اس شعبہ میں کون سی کتابیں پڑھائی جائے، کیسا نصاب منتخب کیا جائے، پروفیسر حسن الا عظمی نے اردو زبان کے اپنے ایک شاگرد ڈاکٹر عبد الوہاب بک عزام کے ساتھ مل کر اس شعبہ کے نصاب کو مرتب کیا، جس کے ذریعہ مصر کے اساطین علم وادب نے پروفیسر حسن الاعظمی سے اردو زبان سیکھی، جن میں مصری ادیب محمد حسن زیات، ڈاکٹر طہ حسین، شیخ صاوی شعلان قابل ذکر پروفیسر حسن الا عظمی اپنی کتاب "آزاد مصر" میں لکھتے ہیں
:

تین سال کا نصاب مقرر ہوا اور فیصلہ ہوا کہ پہلے اور تیسرے سال امتحان ہوں، ڈاکٹر عزام کی مدد سے میں نے عربی اور فارسی جاننے والوں کو اردو پڑھانے کا ایک خاص نصاب تیار کر لیا تھا، اس سے پہلے میں زیادہ تر طلبہ کو اقبال اور غالب کی نظم اور بعض ملکی نثر نگاروں کے چیدہ چیدہ شاہکار پڑھاتا تھا۔"(6)

مارچ 1939ء میں جامع مصر میں باقاعدہ اردو زبان وادب کی تعلیم شروع ہونے کے بعد اعظمی صاحب نے جامع ازہر مصر کے وائس چانسلر علامہ شیخ محمد مصطفی المراغی کی خدمت میں ایک مراسلہ روانہ کیا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ جامعہ ازہر میں اردو تعلیم کو باقاعدہ شریک نصاب کیا جائے۔ شیخ مراغی نے آپ سے وعدہ کیا کہ اگر کوئی موزوں شخص تعلیم دینے کے لیے مل جائے تو کل ہی سے اس کا انتظام کیا جاسکتا ہے، اور یہاں تک کہا کہ اگر تم جامع مصر کو چھوڑ کر ازہر میں آنے کے لیے تیار ہو جاؤ تو ابھی تقرری کے احکام نافذ کیے جاسکتے ہیں۔ چناں چہ فروغِ اردو کے لیے آپ نے جامع مصریہ سے استعفی دے کر جامعہ ازہر میں صدر شعبہ اردو کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ آپ کے بعد جامعہ مصریہ میں بہت سے اساتذہ نے اردو کی تعلیم دی۔ اور قاہرہ یونیورسٹی میں انھیں کی کوششوں سے باقاعدہ شعبہ اردو قائم ہوا اور آج بھی یہ شعبہ پوری آب و تاب کے ساتھ سرگرم ہے۔

مولوی عبد الوہاب ظہوری "مصر میں اردو کی ابتدا اور اردو کے فروغ کے لیے مصر میں کی جانے والی جدوجہد اور کوششوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "مصر میں اردو" میں لکھتے ہیں :

ایک عرصہ سے ہندوستان میں اردو زبان کو کل ہند زبان بنانے کا مسئلہ درپیش ہے، تمام ممکن ذرائع اس کی نشر واشاعت اور ترویج و توسیع کے لیے استعمال کئے جارہے ہیں، اس کو تمام ہندوستان کی قومی و ملکی زبان قرار دینے کے لیے کبھی اس کی ساخت، اس کی ہیبت ترکیبی اور اس کی لچک سے حجت کی جارہی ہے، اور کبھی اس کے عالم گیر زبان ہونے کے دعوے میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں اردو بولی اور سمجھی جاتی ہے، لیکن تحقیقات کی دنیا میں یہ امر حیرت افزا ہے کہ بیرون ہند میں اس کی ترویج واشاعت کے لیے کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا گیا، سرزمین مصر میں جو اس وقت عالم اسلام کی تہذیب وثقافت کا مرکز اور اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، اردو زبان کی نشر واشاعت کے ذریعہ اس کے ادبیات و معارف اس کے علمی جواہر ریزوں اور یہاں کے بہترین دماغی شاہکار سے روشناس کرانے کے لیے کہاں تک اقدامی سعی اور عملی جدوجہد کی گئی ہے۔ پروفیسر حسن الاعظمی دنیائے اردو ادب میں لائق صد تحسین اور مبارک آباد ہیں کہ آپ نے اردو زبان کی ترقی واحیاء کے لیے جدوجہد شروع کی۔(7)

مارچ ۱۹۴۰ء میں قائد اعظم نے آزادی پاکستان تحریک کی بنیاد رکھی، اس تحریک کے لئے ہندوستان اور تمام دنیا کے مسلمانوں نے حمایت کی، اس لئے جلد ہی عربی جمہوریہ مصر اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے درمیان تعلقات بڑھنے لگے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے ۱۹۴۶ میں مصر کے دورے کا فیصلہ کیا تا کہ اسلامی دنیا کے ممالک سے ہر قسم کی حمایت اور مدد حاصل کی جائے، اس سفر کے موقعے پر قائد اعظم محمد علی جناح ازہر شریف کے رئیس شیخ مصطفی عبد الرزاق اور فلسطین کے مفتی شیخ أمین الحسینی اور ازہر کے بہت سے علماء اور مصر کی اسلامی شخصیات سے ملے، جس سے اردو زبان کی راہیں مزید ہموار ہوئیں۔

قیام پاکستان کے بعد نومبر ۱۹۴۸ء کو لندن کی کامن ویلتھ کانفرنس سے واپسی پر پاکستان کے وزیر اعظم نے مصر کا دورہ کیا اور مصری قیادت سے ملکی حالت اور اسلامی دنیا کے حالات کے متعلق بات چیت کی جس نے پاکستان کی آزادی کے موقع پر پاکستان کا سفارت خانہ کھولا، ۳۰ جون ۱۹۴۸ء کو پاکستان کا پہلا سفیر مقرر کیا گیا، ۱۹۴۹ء میں مصر کے پہلے سفیر محمد علی باشا علوبۃ کا اسلامی جمہوریہ پاکستان میں استقبال کیا گیا۔ قیام پاکستان کے بعد مصر اور پاکستان کے تعلقات مزید مضبوط ہوئے، دونوں ممالک اسلامی شناخت اور تہذیبی ورثے کے حوالے سے ایک دوسرے کے قریب آئے۔ تعلیمی وفود، ثقافتی وفود اور علمی کانفرنسوں کے ذریعے دونوں ملکوں میں باقاعدہ تبادلہ شروع ہوا

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL (JALT)
Vol.9 No.1 2026

اور پاکستانی طلبہ اور اساتذہ کی ایک بڑی تعداد جامعہ ازہر میں تعلیم اور تدریس کے لئے پہنچی۔ رفتہ رفتہ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اردو کو ایک باقاعدہ مضمون (کے طور پر پڑھایا جائے تاکہ عرب طلبہ بھی اس زبان سے واقف ہو سکیں۔(8)

1951 میں مصر اور پاکستان کے درمیان دوستی کے معاہدے پر دستخط کے بعد دونوں ملکوں کے تعلقات مضبوط ہو گئے اور اردو زبان کے لئے ماحول ساز گار ہوتا گیا۔ مصری علما اور مصری عوام کے دلوں میں اردو سے زبان سے محبت پروان چھڑنے لگی۔ مصری علماء نے اردو زبان کو محض ایک غیر ملکی زبان کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ اسے ایک علمی وسیلے کے طور پر قبول کیا۔ ان کے پیشِ نظر یہ حقیقت تھی کہ برصغیر کے متعدد علماء نے اپنی اصل تحقیقات، اجتہادی مباحث، اصلاحی افکار اور دینی تصانیف اردو میں تحریر کی ہیں۔ اگر ان افکار سے براہِ راست استفادہ کرنا مقصود ہو تو اردو زبان سے واقفیت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اسی احساس نے مصر میں اردو سیکھنے کے رجحان کو فروغ دیا۔ یہ رجحان کسی وقتی ضرورت کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ایک مستقل علمی ضرورت کی بنیاد پر استوار ہوا۔ جامعہ الازہر نے اس پورے عمل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ الازہر ہمیشہ سے مختلف ممالک کے طلبہ، علماء اور محققین کا مرکز رہا ہے۔ جب برصغیر کے طلبہ یہاں آئے تو وہ اپنے ساتھ صرف اپنی قومی شناخت نہیں بلکہ اپنی علمی روایت بھی لائے۔ اردو اسی روایت کا ایک اہم حصہ تھی۔ ابتدا میں یہ زبان محدود حلقوں تک رہی، لیکن جلد ہی مصری اساتذہ نے محسوس کیا کہ اردو سے واقفیت انہیں برصغیر کے علمی ذخیرے تک براہِ راست رسائی فراہم کر سکتی ہے۔ یہی احساس اردو کے تدریجی ارتقا کا نقطہ آغاز ثابت ہوا۔

اس طرح مصر اور پاکستان کے تعلقات مزید مضبوط ہوتے چلے گئے، دونوں ممالک اسلامی شناخت اور تہذیبی ورثے کے حوالے سے ایک دوسرے کے قریب آتے گئے ۔ تعلیمی وفود، ثقافتی وفود اور علمی کانفرنسوں کے ذریعے دونوں ملکوں میں باقاعدہ تبادلہ شروع ہوا اور پاکستانی طلبہ اور اساتذہ کی ایک بڑی تعداد جامعہ ازہر میں تعلیم اور تدریس کے لئے پہنچی۔ رفتہ رفتہ اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ اردو کو ایک باقاعدہ مضمون کے طور پر پڑھایا جائے تاکہ عرب طلبہ بھی اس زبان سے واقف ہو سکیں۔ مصر اگرچہ براعظم افریقہ کا حصہ ہے لیکن یہاں کی تہذیب پورے طور پر عربی تہذیب ہے، بلکہ اس کی تہذیب خود اپنے آپ میں مایہ ناز ہے۔ عربی زبان کا ملک ہونے کے باوجود اس ملک نے دیگر مشرقی زبانوں کے ساتھ اردو کی بھی آبیاری کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کالج سے یونیورسٹی کی سطح تک اردو کی تدریس اور ریسرچ کے حوالے سے مصر کے اہل اردو کا بڑا کام ہے۔ انھوں نے اردو زبان کی تعلیم کے ذریعے برصغیر سے تہذیبی روابط کو بحال کرنے میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ کہا جاتا ہے کہ اردو عربی کے بعد دنیا کی دوسری بڑی زبان ہے جس نے تہذیبی و ثقافتی اعتبار سے دنیا کے طول و عرض کا سفر کیا ہے۔ یعنی تہذیبی ہجرت کے لحاظ سے اردو دنیا کی دوسری بڑی زبان ہے۔

ڈاکٹر ولاء جمال العسیلی کے مطابق "مصر میں اردو کی تدریس بیسویں صدی کے نصف آخر سے مسلسل جاری ہے، اور جامعہ الازہر اس سلسلے میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ جامعہ نے اردو کو محض ایک غیر ملکی زبان کے طور پر نہیں بلکہ برصغیر کے علمی و ادبی ورثے تک رسائی کے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر اپنایا"۔ اسی تدریجی ارتقا کے نتیجے میں جامعہ الازہر میں اردو کی باقاعدہ تدریس کا آغاز۔ اور اس شعبے کے قیام کے ساتھ ہی اردو زبان کو ایک باقاعدہ علمی حثیت حاصل ہو گئی۔ اس مرحلے پر عرب طلبہ نے بھی اردو سیکھنا شروع کی، خاص طور پر وہ طلبہ جو برصغیر کے علما اور اسلامی کتب سے استفادہ کرنا چاہتے تھے۔ اس طرح اردو زبان ایک "علمی برج" بن گئی۔(9)

16 نومبر 1997ء سے مصر میں اردو کی تاریخ میں ایک نیا اور روشن باب شروع ہوتا ہے۔ اس دن شعبہ اردو، فیکلٹی آف ہیومنٹیز، الازہر یونی ورسٹی نے ایک سوسائٹی (اردو سوسائٹی) کے نام سے بنانے کی منظوری لے لی، جس نے باضابطہ طور پر 1998ء میں کام شروع کیا۔

:اس سوسائٹی کا موٹو سوسائٹی کے بانی ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم کے درج ذیل عربی اشعار سے عبارت ہے

كفاني فخرًا في ماضٍ وغدی ** بأن أسلمت يوم كان مولدي

حملتُ تُراث الأولين في يدٍ ** وزدتُ عليهِ ما تخُطُّهُ يدی

أنا الأردو، أرض الهندِ مولدي ** وباكستانُ معقلي وسُؤدُدی

ومصر علىٰ رغم البُعدِ مقصِدي ** وأزهرُها صوبَ العُربِ مُرشدی

: ترجمہ

ماضی اور مستقبل میں میرے لئے فخر کی بات یہ رہے گی کہ میں [اردو زبان] اسی دن مسلمان ہوئی جس دن میں پیدا ہوئی۔

میں نے آباء و اجداد کا ورثہ ایک ہاتھ-میں تھاما۔ اور جو کچھ-میرے ہاتھ-نے لکھا اس پر مستزاد ہے۔

میں ہوں اردو، جو ہندوستان میں پیدا ہوئی۔ اور پاکستان ہی میرا قلعہ اور میری آبرو ہے۔

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

جغرافیائی فاصلوں کے باوجود مصر میرا مقصد ہے۔ اسی مصر کا الازہر باقی عرب تک رسائی حاصل کرنے کے لئے میری رہنمائی کرے گا۔

اردو پڑھنے اور پڑھانے والوں کے لئے اس سوسائٹی کی حیثیت ایسے پلیٹ فارم کی رہی جس پہ آ کے وہ اپنی متعدد سرگرمیوں کے بارے میں تبادلہ خیال کرتے رہے۔

اس سوسائٹی کے سالانہ مجلہ [اردویات: پہلا شمارہ مئی 1999ء کو نکلا اور آخری شمارہ مئی 2019ء کو نکلا] میں الازہر یونی ورسٹی کے شعبہ ہائے اردو کے طلبہ وطالبات اور اساتذہ کے علاوہ دوسری مصری جامعات کے اساتذہ کی ادبی تخلیقات اور تحقیقی مقالات شائع ہوتے ہیں۔(10)

مندرجہ بالا حقائق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مصر میں اردو زبان کا فروغ ایک تدریجی اور مسلسل عمل کا نتیجہ ہے، جس کی بنیاد برصغیر اور مصر کے درمیان قائم ہونے والے مذہبی، علمی، تہذیبی اور ثقافتی روابط پر استوار ہے۔ برصغیر سے آنے والے علماء، طلبہ، اساتذہ اور ادباء نے نہ صرف اردو زبان کو مصر میں متعارف کرایا بلکہ اپنی تدریسی، تحقیقی، تصنیفی اور ترجمہ نگاری کی خدمات کے ذریعے اسے علمی حلقوں میں ایک ممتاز مقام بھی دلایا۔ جامعہ الازہر، جامعہ عین شمس، جامعہ قاہرہ اور دیگر مصری جامعات نے اردو زبان کی تدریس، تحقیق اور ادبی سرگرمیوں کی سرپرستی کر کے اس کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا، جس کے نتیجے میں اردو زبان عرب دنیا میں ایک معتبر علمی زبان کے طور پر پہچانی جانے لگی۔ اس کے ساتھ ساتھ مصری اساتذہ نے بھی اردو زبان وادب کے مطالعے، تحقیق، ترجمے اور تدریس میں گراں قدر خدمات انجام دیں، جنہوں نے دونوں خطوں کے درمیان علمی اور ادبی تعلقات کو مزید مستحکم کیا۔ مصر میں اردو زبان کا ارتقا ابھی اپنی انتہا کو نہیں پہنچا بلکہ یہ ایک مسلسل جاری رہنے والا علمی عمل ہے۔

جدید تحقیق، ڈیجیٹل ذرائع، بین الجامعاتی تعاون، مشترکہ تحقیقی منصوبے اور علمی تبادلے اس سفر کو مزید وسعت دے سکتے ہیں۔ اگر مصر اور برصغیر کے تعلیمی ادارے باہمی اشتراک کو مزید مضبوط کریں تو اردو زبان نہ صرف مصر بلکہ پورے عرب عالم میں اسلامی علوم، ادبی تحقیق اور ثقافتی روابط کی ایک مؤثر زبان کے طور پر مزید مستحکم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ مصر میں اردو زبان کی آمد محض ایک زبان کے ایک خطے سے دوسرے خطے تک منتقل ہونے کی داستان نہیں، بلکہ یہ علم کی تلاش، تہذیبوں کے باہمی احترام اور اسلامی دنیا کے مختلف علمی مراکز کے درمیان فکری ہم آہنگی کی ایک روشن مثال ہے۔ یہی پہلو مصر میں اردو زبان کی آمد اور ارتقا کو دیگر غیر ملکی زبانوں کے تجربات سے ممتاز کرتا ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی تاریخی اور علمی اہمیت بھی ہے۔

مصر میں اردو کی یہ ترقی اس حقیقت کی غماز ہے کہ زبانیں صرف جغرافیائی حدود تک محدود نہیں رہتیں بلکہ علم، تحقیق، ثقافت اور انسانی روابط کے ذریعے نئی سرزمینوں میں اپنی شناخت قائم کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مصر میں اردو زبان کی تاریخ نہ صرف اردو کے بین الاقوامی فروغ کی ایک اہم داستان ہے بلکہ یہ دونوں اقوام کے درمیان علمی، تہذیبی اور ثقافتی تعلقات کی مضبوطی کی بھی روشن مثال ہے۔ ہم اردو والوں کے لیے اردو زبان کے حوالے سے کی گئی ساری کوششیں باعث فخر ہے۔ لیکن اس فخرو مبادیات کا ذکر اب ہم اس تزک واحتشام سے نہیں کر پائے جتنا کہ ہونا چاہیئے تھا۔ شاید اس معاملے میں ہم اپنی دور افتادہ تہذیبی وارثتوں سے یا تو واقف نہیں ہیں یا مزید تلاش وجستجو کی کوشش نہیں کرتے۔ ورنہ اردو کے تلاطم خیز سمندر، اس کی موجوں کی طغیانی اور اس کی تہوں میں ابھی بھی بہت در نایاب موجود ہیں۔

حوالہ جات

(1) پروفیسر جلال السعید الحفناوی: "مصر میں اردو کے ستر سال"، قاہرہ یونیورسٹی: مرکزیہ وجنوبیہ آسیا مدنیہ، ریسرچ جرنل، ج:2، سپیشل ایڈیشن، 25، اکتوبر 2022، صفحہ 405–406

(2) ایضاً ص406

(3) ڈاکٹر اختر شمار: مصر، موسی سے مرسی تک، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور: 2013، جلد، 1۔ ط، 1۔ صفحہ نمبر 8

(4) سہیل احمد صدیقی: زباں فہمی "مصر میں اردو ایک مختصر جائزہ"، ایکسپریس نیوز، کراچی: 8 اپریل 2021

(5) محمد حسن الاعظمی: آج کا مصر، اردو اکیڈمی، لاہور: 1941، ص:18

(6) محمد حسن الاعظمی: آزاد مصر، مکتبہ فاران، کراچی: ط:1، ج:1، ص:56

(7) مولوی عبدالوہاب ظہوری (افضل العلما): مصر میں اردو اور شاہ مصر کا فرمان، معظم جاہی مارکیٹ حیدر آباد دکن: س ن، ص:5

(8) سید عبدالخالق پیرزادہ الازہری: الازہر، مصر اور پاکستان کے تعلقات تاریخی تناظر میں، ۔۔ انلائن فیس بک پوسٹ / مضمون، نور الازہر انسٹیٹیوٹ، 13 جولائی 2026

(9) ڈاکٹر ولاء جمال العسیلی: "دریائے نیل کے دیس میں اُردو کی فصل برگ وبار لا رہی ہے"، ایکسپریس نیوز، کراچی: 31 جنوری 2021

(10) پروفیسر ڈاکٹر ابراہیم محمد ابراہیم:: "مصری جامعات میں اردو کے تحقیقی مقالے اگست 2021 تک" مقالہ نگار تسنیم شریف، مصر: 2001، ص: